خطباتِ اقبال کے تفہیمی مسائل
(اسباب و علل کے آئینے میں)

محمد خرم یاسین

M. Khuram Yasin

Ph.D Scholar, Department of Urdu,
Govt. College University, Faisalabad

Abstract:

"Dr. Allama M. Iqbal delivered a series of seven addresses for the renaissance and resurgence of religious thought of Muslims which later on printed under the title of "The Reconstruction of Religious Thought in Islam". In these addresses, he tried to rejuvenate and awake the the Muslims of sub-continent regarding development of modern age knowledges of science and philosophy. He also focussed on a degree change in Muslim thought with reference to back-dated mysticism. Therefore, being the amalgam of Philosophy, Science and Religion, these addresses became hard to understand for a layman. In this article the causes of complexities of these addresses is brought into limelight."

برصغیر میں مغلیہ حکومت کے زوال کے بعد مسلمانوں کی ابتر صورتِ حال کو سنوارنے کے لیے جن مصلحین نے کام کیا ان میں سر سید احمد خان اور ڈاکٹر علامہ محمد اقبال سرِ فہرست ہیں۔ سر سید نے مسلمانوں کو جدید علوم سے روشناس کرانے اور بالخصوص برطانوی نظامِ تعلیم سے استفادے کی خاطر کام کیا جب کہ علامہ محمد اقبال نے ان کی فکری جہات کی رہنمائی، نشاۃ الثانیہ اور خوابِ غفلت سے بیداری کی سعی کی۔ ان کی یہ کاوش نظم (اردو اور فارسی) برائے عوام الناس اور نثر (انگریزی) برائے خواص دونوں میں نظر آتی ہے۔

چوں کہ برصغیر کے مسلمانوں کا تعلیم یافتہ طبقہ برطانوی استعماریت اور صنعتی انقلاب کے ملے جلے اثرات کے زیرِ اثر زندگی کے ہر میدان میں جدت پسندی کی جانب جس تیزی سے بڑھ رہا تھا اس قدر ہی تیزی سے اسلام سے دور جا رہا تھا اس لیے علامہ محمد اقبال کے لیے یہ صورتِ حال کسی للکار سے کم نہ تھی کہ عصرِ حاضر میں اسلام کی حقانیت، اس کے قابلِ اطلاق ہونے اور دینی و دنیاوی ترقی کی بنیاد ثابت کیا جائے۔ اسی سلسلے میں انھوں نے انگریزی زبان میں چھے خطبات مدراس، حیدر آباد اور علی گڑھ میں پیش کیے جب کہ ساتواں خطبہ ارستاتیلین سوسائٹی (Aristotalian Society) کی دعوت پر لندن میں پیش

کیا۔ یہ خطبات پہلے ابتدائی چھ خطبات کی صورت میں اور بعد ازاں ساتویں خطبے کے اضافے کے ساتھ "The Reconstruction of Religious Thought in Islam" (تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ) کے نام سے شائع ہوئے۔ یہ خطبات چونکہ مسلمانوں کے تعلیم یافتہ طبقے کی فکری نشاۃ الثانیہ کے حوالے سے علامہ محمد اقبال کی سنجیدہ اور اہم کاوش تھی، اس لیے اس میں انھوں نے مذہب، فلسفہ اور سائنس کو جس طرح موضوعِ بحث بنایا اس سے نہ صرف ان کا اسلوب مشکل تر ہوتا چلا گیا بلکہ تفہیمی مسائل کا سامنا بھی ہونے لگا۔ خطبات کے موضوعات بھی ان کے مواد کی مشکلات کا ہلکا سا اشارہ ملتا ہے۔ ان کے عنوانات ملاحظہ کیجیے:

1. Knowledge and Religious Experience (علم اور مذہبی مشاہدہ/ تجربہ)
2. The Philosophical Test of the Revelations of Religious Experience (مذہبی واردات کے انکشاف کی فلسفیانہ پرکھ)
3. The Conception of God and Meaning of Prayer (خدا کا تصور اور عبادت/ دعا کا مفہوم)
4. The Human Ego - His Freedom and Immortality (انسانی خودی، اس کی آزادی اور لافانیت/ بقا)
5. The Spirit of Muslim Culture (مسلم ثقافت کی روح)
6. The Principle of Movement in the Structure of Islam (نظامِ اسلام میں حرکت کا اصول/ تصور)
7. Is Religion Possible? (کیا مذہب کا امکان ہے؟)

علامہ محمد اقبال کو مذہب، فلسفہ اور سائنس کے اہم موضوعات کو یکجا کرنے کی ضرورت پیش آنے کی وجوہات کے بارے میں محمد عبدالسلام خاں ''افکارِ اقبال'' میں لکھتے ہیں:

> ''جدید مغربی اندازِ نظر نے سوچ بچار کی کئی نئی راہیں نکالیں، نئے تجربوں نے نئے افق روشن کئے، مذہب کی پرانی توجیہیں ناکارہ ہونے لگیں، اگلی فلسفیانہ بنیادیں کھوکھلی ہوگئیں اور قدیم مشاہدے مشتبہ سمجھے جانے لگے، کبھی کے یقینیات آج کے اوہام بن گئے۔ چنانچہ عقلی رجحانات اور مذہب کے پرانے میلانات میں دوری پیدا ہونے لگی اور عقل وعقیدہ میں خلا پیدا ہوگیا۔ سرسید کے بعد اقبال نے بھی اسلامی کلام اور معاصر عقل کا درمیانی خلا محسوس کیا اور نئے عقلی اور علمی معیاروں کو سامنے رکھ کر اسلام اور اس کے روایتی کلام پر ازسرِنو غور کیا اور اس خلا کو بھرنے کی کوشش کی۔ اقبال کی یہی فکری کوشش ان کا نیا کلام ہے۔ کلام عصری عقل سے ہم آہنگ اور اسلام کے قریب قریب تمام اعتقادی اور عملی پہلوؤں پر حاوی ہے۔''(۱)

خطباتِ اقبال کی تفہیمی مشکلات میں محض فلسفہ، سائنس اور مذہب کا ایک ہی وقت میں بیان ہی شامل نہیں بلکہ اس کی زبان (انگلش)، مشکل اسلوب اور پیچیدہ تراجم بھی شامل ہیں۔ خطبے کا ابتدائی ترجمہ سید نذیر نیازی نے بڑی عرق ریزی سے کیا تھا لیکن اس کا اسلوب بھی مشکل ہے اور جابجا تفہیمی مسائل جنم لیتے ہیں۔ چونکہ سید خود فلسفے کے استاد تھے اس لیے ترجمے کا اسلوب بھی مشکل تر ہوگیا۔ اسی بنیاد پر آنے والے دیگر تراجم میں محض سید وحید عشرت کا ترجمہ کسی حد تک آسان فہم رہا ہے۔ بصورتِ دیگر

فلسفے سے تعلق نہ رکھنے والے قارئین کے لیے ان تراجم کو سمجھنا بھی آسان نہیں۔ مزید یہ کہ یہ خطبات چوں کہ مربوط ہیں اس لیے جب تک پہلے خطبے کی مکمل تفہیم نہ ہو اگلے خطبے کو سمجھنا محال ہی نہیں بلکہ بین السطور تک رسائی بھی مشکل تر معاملہ بن جاتی ہے۔ اقبال خود بھی یہی چاہتے ہیں کہ ان خطبات کا قاری فلسفے سے واقفیت رکھتا ہو، ورنہ اس کے لیے ان کی تفہیم مشکل تر ہو جاتی ہے۔ اس حوالے سے ان خطبات کے اولین مترجم سید نذیر نیازی لکھتے ہیں:

> ’’ایک تو خطبات کا موضوع بجائے خود نہایت درجہ اہم اور اس کے مباحث بڑے دقیق اور پیچیدہ، دوسرے اس غیر معمولی قدرت کے باوجود، جو حضرت علامہ کو ادائے مطلب پر حاصل تھی، خطبات کی عبارتیں جن نئی نئی اصطلاحات، اشارات اور تلمیحات پر مشتمل ہیں ان کی وضاحت کے لیے ایک دفتر کی ضرورت ہوتی۔‘‘(۲)

ان خطبات کا موضوعاتی تنوع بھی اسے کسی حد تک مشکل بناتا ہے۔ چنانچہ پہلے خطبے کے موضوعات میں کائنات، اس کے ساتھ انسانی روابط، فلسفہ، شاعری اور مذہب کی حیثیت بطور ذرائع علم اور مذہبی تجربے کی کیفیات، دوسرے خطبے میں مذہب کی حقانیت کے حوالے سے اثباتِ باری تعالیٰ کے تین قدیم کلامی نظریات کونی، غائی اور وجودی کی فلسفیانہ پرکھ کرتے ہوئے ان پر اعتراضات، علومِ جدیدہ میں طبیعیات (Physics)، حیاتیات (Biology) اور نفسیات (Psychology) کے آپس میں ہم آہنگ نہ ہونے اور اسی سلسلے میں سائنس کے حقیقتِ مطلقہ تک نہ پہنچ پانے کے مباحث، تیسرے خطبے میں ذاتِ باری تعالیٰ کے تصور اور اس کے ذرائع، مذہبی حقائق قلبی واردات اور انسانی خودی، نماز اور دعا کی اہمیت، چوتھے خطبے میں انسانی خودی کی ماہیت، انسانی نفس کی حدود و قیود، اس کی بقا کے اسباب و مسائل اور تصوراتِ جنت و دوزخ، پانچویں خطبے میں شعورِ نبوت و ولایت اور دلائلِ ختمِ نبوت اور کائنات میں حرکت، چھٹے خطبے میں اجتہاد اور اس کی ضرورت و اہمیت، مجلسِ قانون ساز یا پارلیمنٹ اور تصوف و عقلیت اور ساتویں خطبے میں انسان کی مذہبی زندگی کے مختلف ادوار، سائنس اور اسلام، ایمان، فکر اور معرفت کے مباحث کے ساتھ ساتھ نظامِ الٰہیات ایسے موضوعات پر تفصیلی بات کی گئی ہے۔ اس لیے ذیلی عنوانات کے طور پر دیکھا جا سکتا ہے کہ خطبات میں مذہب، طبیعیات اور مابعد طبیعیات ہی کے وہ مشکل عنوانات جو اسلام، اجتہاد، خدا، انسان، باطن، فنا و بقا، تاریخ، صوفی و تصوف، تقدیر، لوحِ محفوظ، توحید و رسالت، ثقافت، جسم اور روح، معتزلہ و اشاعرہ، جمہوریت و ملائیت، خودی، خیر و شر، دعا و نماز، عصرِ حاضر کے مسائل، دین و سیاست، روحانیت، زمان و مکان، زندگی، سائنس، سائنس اور مذہب، سرمایہ داری، شریعت و طریقت، شعور، عقل و خرد، علم، فلسفہ، فکر و وجدان، فقہ، فلسفہ اور مذہب، قرآنِ حکیم، قوم، کائنات، مادہ پرستی، ماضی، مسلم ممالک، مغربی کلچر، مکان، نفسیات، وحی و الہام، وطنیت و قومیت، یورپ، فلسفہ یورپ وغیرہ پر مشتمل ہیں جن کا بیان اور تفہیم عام طور پر آسان نہیں۔

دوسری جانب خطبات کے مندرجات پر نظر دوڑائی جائے تو اس میں مشرق و مغرب کے جن فلسفیوں کا ذکر کرتے ہوئے ان کے مختلف علمی کارناموں، نظریات اور افکار کو خطبے میں جگہ دی گئی ہے، ان میں ارسطو (Aristotle)، افلاطون (Plato)، اگسٹن (Augustine) پروفیسر وائٹ ہیڈ (A.N.Whitehead)، برگساں، برٹنڈ رسل (Bertrand Russell)، زینو (Zeno)، برگساں، پروفیسر روجر (Professor Rougier)، کانٹ (Kant)، ہابس (Hobbes)، نیوٹن (Newton)، آئن اسٹائن، نطشے (Nietzsche) گوئٹے (Goethe)، ارنسٹ، جارج ولیم فریڈرک

ہیگل(Hegal)، ہملٹن(Hamilton)، سرولیم (Sir. William)، کانٹور(Cantor)، ٹامس(Thomas)، ہیوم ڈیوڈ(Hume, David)اور میک ٹیگرٹ('McTaggart) جیسے انگریزی فلاسفہ وسائنس دان موجود ہیں۔ دوسری جانب مسلمان فلاسفہ، صوفیا اور مفکرین میں حضرت فرید الدین عطار، حضرت علی بن عثمان ہجویری، مولانا جلال الدین رومی، محمود سباہستری، عبدالرحمان جامی، امام غزالی، جاہز، امام فخر الدین رازی، نظام، ابنِ خلدون، محی الدین ابن العربی، البیرونی، ابوبکر باقلانی، ابنِ مسکویہ، عراقی، عرفی شیرازی، ناصر الدین طوسی اور محمد بن عبدالوہاب وغیرہ کا ذکر کیا گیا ہے۔ عام قارئین کے لیے بہت سی جگہوں پر درج بالا فلاسفہ ومفکرین کے بنیادی خیالات تک رسائی نہ ہونے کے ناتے ان کے بیان کردہ افکار تک فکری رسائی ممکن نہیں رہتی۔ اسی نقطے کی وضاحت کرتے ہوئے ڈاکٹر محمد آصف اعوان لکھتے ہیں:

> ''خطباتِ اقبال کوفکرِ اقبال کا نچوڑ قرار دیا جائے تو بے جا نہ ہوگا تاہم مشکل یہ ہے کہ اقبال کے یہ خطبات ایک تو یہ کہ انگریزی زبان میں ہیں جس کا فہم بہرحال ہر ایک کے بس کی بات نہیں، اس پر مستزاد یہ کہ ان خطبات میں ایسا فلسفیانہ اُسلوب اختیار کیا گیا ہے جس سے ہر قاری کی طبع کا شناسا ہونا ضروری نہیں۔ مزید برآں ان خطبات کی شکل میں اقبال نے اپنے تجرِ علمی کو یوں سمیٹنے کی کوشش کی ہے کہ خطبات کا تقریباً ہر جملہ ایسی جامعیت کا حامل ہے کہ اسے ایک وسیع علمی بحث کا موضوع بنایا جاسکتا ہے۔ چنانچہ انگریزی زبان یا خطبات کا فلسفیانہ اُسلوب ہی ایک مسئلہ نہیں بلکہ بیک وقت وسیع اور کثیر الجہت علمی موضوعات سے آگہی بھی خطباتِ اقبال کی تفہیم کا ضروری تقاضا ہے۔''(۳)

ان خطبات کے وسیع الموضوع ہونے کی وجہ سے قارئین کو درپیش مشکلات کے حوالے سے ڈاکٹر زاہد منیر نے علامہ محمد اقبال ہی کی ایک تحریر کا ذکر کیا ہے جس میں انھوں نے اپنے ایک دوست کو خط میں ان خطبات کی دقت اور مشکلات کے حوالے سے تحریر کیا تھا:

> "Six lectures is highly technical work and it requires good acquaintance with recent development in modern science and philosophy"(4)

مشکلاتِ خطباتِ اقبال کے اسباب وعلل کے حوالے سے ان کے فرزند ڈاکٹر جاوید اقبال نے بھی اپنی کتاب ''زندہ رود'' اور ''خطباتِ اقبال تسہیل وتفہیم'' میں اظہارِ خیال کیا ہے کہ اس میں ڈیڑھ سو سے زائد فلاسفہ، سائنسدان، عالموں اور فقیہوں کے اقوال ونظریات کا بیان بڑی خوبی اور مہارت سے کیا گیا ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ ان سب سے کچھ نہ کچھ واقفیت ضرور ہو تاکہ انھیں سمجھا جاسکے۔ بصورتِ دیگر قارئین کے لیے انھیں سمجھنا خاصا مشکل کام ہو جاتا ہے۔ لکھتے ہیں:

> ''اس میں مشرق ومغرب کے ڈیڑھ سو سے زاید قدیم وجدید فلسفیوں، سائنس دانوں، عالموں اور فقیہوں کے اقوال ونظریات کے حوالے دیئے گئے ہیں اور اقبال قاری سے توقع رکھتے ہیں کہ خطبات کے مطالعے سے پیش تر وہ ان سب شخصیات کے زمانے، ماحول اور افکار سے شناسا ہوگا۔''(۵)

اسی حوالے سے خطبات میں موجود جوہریت کے حوالے سے علامہ محمد اقبال کے خیالات ملاحظہ کیجیے جس میں بہت سے نظریات اور معلومات میں مدغم ہوتے چلے جاتے ہیں۔ درحقیقت جدید سائنسی علوم سے ناواقف قاری ان خطبات کی روح تک پہنچ ہی نہیں پاتا۔ ملاحظہ کیجیے:

> "It seems that every culture has a form of Naturalism peculiar to its own world- feeling; and it further appears that every form of Naturalism ends in some sort of Atomism. We have Indian Atomism, Greek Atomism, Muslim Atomism, and Modern Atomism to regulate thought and conduct. In so far as the ultimate nature of Reality is concerned, nothing is at stake in the venture of science; in the religious venture the whole career of the ego as an assimilative personal centre of life and experience is at stake. Conduct, which involves a decision of the ultimate fate of the agent cannot be based on illusions."(6)

خطبات کی فکر وفلسفہ کی وہ فضا جو بار بار قارئین کو زود مطالعے کا درس دیتی ہے وہ ان کے ابلاغ کے مسائل سے بھی دوچار کرتی ہے۔ یہ خطبات عام قارئین کے لیے اس لیے بھی دقیق ہیں کہ وہ سائنس اور فلسفہ کے مبادی سے عموماً واقف نہیں ہوتے۔ ڈاکٹر محمد آصف اعوان نے خطباتِ اقبال کی مشکلات کے حوالے سے ایک اور حوالہ اقبال ہی کے ایک خط سے دیا ہے جس میں وہ لکھتے ہیں کہ یہ کوشش شاید اردوداں طبقے کے لیے اس لیے فائدہ مند نہ ہو کیوں کہ اولاً تو یہ کہ یہ ان لوگوں کے لیے ہے جو مغربی فلسفے سے متاثر ہیں، یعنی فکر وفلسفہ خوب جانتے ہیں، دوسری وجہ ان کی انگلش سے ناواقفیت ہے۔ ملاحظہ کیجیے:

> ''لیکچروں کے ترجمے کا کام، سو یہ کام ناممکن نہیں تو مشکل اور از بس مشکل ضرور ہے۔ ان لیکچروں کے مخاطب زیادہ تر وہ مسلمان ہیں جو مغربی فلسفے سے متاثر ہیں اور اس بات کے خواہش مند ہیں کہ فلسفہ اسلام کو فلسفہ جدید کے الفاظ میں بیان کیا جائے۔ میرا کام زیادہ تر تعمیری ہے اور اس تعمیر میں میں نے فلسفہ اسلام کی بہترین روایات کو ملحوظِ خاطر رکھا ہے مگر میں خیال کرتا ہوں کہ اردوخواں دنیا کو شاید ان سے فائدہ نہ پہنچے کیوں کہ بہت سی باتوں کا علم میں نے فرض کر لیا ہے کہ پڑھنے والے یا سننے والے کو پہلے سے حاصل ہے اس کے بغیر چارہ نہ تھا۔''(اقبال نامہ (حصہ اول) ص:۲۱۰۔۲۱۱)''(۷)

یہی وجہ تھی کہ ان خطبات کی تفہیم کی کوشش علامہ کی زندگی میں ہی شروع ہوگئی تھی لیکن بعد میں یہ کوشش سست روی کا شکار رہی۔ ڈاکٹر سید عبداللہ ایسے زیرک محقق ونقاد کی کاوشات بھی اس سلسلے میں ادھوری نظر آتی ہیں۔ ''متعلقاتِ خطباتِ اقبال''

کے دیباچے میں ان خطبات کی مشکلات پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں کہ چوں کہ عام قاری کے لیے فلسفہ، سائنس اور علومِ دینیہ جن میں فقہ اور منطق بالخصوص اہمیت کی حامل ہیں، کا مطالعہ مشکل کام ہے اس لیے ان کا ایک ہی وقت میں جب کہ موازنے اور تجزیے کا عمل بھی مسلسل ہو، قارئین کی مشکلات اور بڑھ جاتی ہیں۔ ان خطبات کی صورتِ حال بھی اس سے زیادہ مختلف نہیں۔ ملاحظہ کیجیے:

> ''ان لیکچروں میں مذہب، فلسفہ اور سائنس تینوں ہی، کبھی ایک دوسرے کے مقابل، کبھی ایک دوسرے کے متوازی اور کبھی ایک امتزاجی رنگ میں ہمارے سامنے زبان و بیان کا ایک ایسا اسلوب رکھ رہے ہیں جس سے صحیح فائدہ اٹھانے کے لیے اور جس کی اندرونی تہوں اور گرہوں کو کھولنے کے لیے بااستعداد اور ذی علم قارئین کی ضرورت ہے۔''(۸)

ڈاکٹر سید عبداللہ مزید لکھتے ہیں کہ ان خطبات کی مشکلات کی ایک بڑی وجہ ان کی مشکل اصطلاحات بھی ہیں اور سید نذیر نیازی کے ترجمے کو بھی اسی حوالے سے مشکل سمجھا جاتا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ یہ ترجمہ چوں کہ اصل خطبات کے نزدیک تر ہے اس لیے اس کی اصطلاحات ان لوگوں کے لیے زیادہ مشکل ثابت ہوتی ہیں جو فلسفے اور سائنس سے واقف نہیں۔ مزید یہ کہ چونکہ دورِ حاضر کا انسان آسانی کا خوگر ہے اور مطالعے کے لیے لغات و مبادی کے فہم کے حوالے سے وقت کی کمی کا شکار ہے اس لیے اسے مشکل تصور کر لیا گیا ہے۔ ڈاکٹر سید عبداللہ خطبات کے حکیمانہ اسلوب پر تنقید کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں کہ:

> ''خطبات (یا تشکیلِ جدید الٰہیاتِ اسلامیہ) حضرت علامہ کا فکری شاہکار ہے۔ یہ کتاب جتنی مقبول ہوئی ہے اتنی ہی مشکل اور دقیق بھی ہے۔ اس کتاب کی مشکلات کئی طرح کی ہیں۔ اول یہ کہ اس کی زبان حکیمانہ ہے جو اس لیے ناگزیر تھی کہ حضرت علامہ نے جو مطالب اپنے خطبات میں پیش کیے ہیں وہ قدیم و جدید حکمت سے متعلق ہیں۔ لہٰذا قدرتی طور سے ان میں قدیم و جدید مصطلحاتِ علمی کے علاوہ قدیم و جدید نظریات و تصورات سے متعلق اصطلاحیں اس کثرت سے موجود ہیں کہ خاص اہلِ علم کے سوا بہت کم لوگوں کی سمجھ میں آ سکتی ہیں۔ قدیم حکمت کی اصطلاحات و مطالب تو جدید دور کے قارئین میں سے معدودے چند افراد کی دسترس میں ہیں لیکن جدید حکمت کے الفاظ و اشارے بھی صرف صاحبِ اختصاص فلسفیوں کے بس کی بات ہے۔''(۹)

خطبات کی مشکلات کی ایک اور وجہ علامہ محمد اقبال کا وہ اسلوب ہے جو انگلش دان طبقے کے لیے بھی اس لیے دردِ سر بنتا ہے کہ کئی جگہوں پر ایک ہی پیراگراف میں دو سے زیادہ فلاسفہ اور ان کے کام کا حوالہ آ جانے کے ساتھ ساتھ ایک جملہ اتنی طوالت اختیار کرتا ہے کہ خیالات گڈمڈ ہونے لگتے ہیں، اشکالات جنم لیتے ہیں اور مشکلات بڑھ جاتی ہیں۔ ایسی صورتِ حال میں پہلی بار ہی پڑھتے ہوئے خطبات کو من وعن سمجھ لینا مشکل ہوتا ہے۔ خطباتِ اقبال میں سے ایک پیراگراف ملاحظہ کیجیے جس میں برٹرنڈ رسل، زینو اور برگساں کے کائنات میں حرکت کے حوالے سے نہایت پیچیدہ نظریات کو ایک ہی وقت میں بیان کیا جا رہا ہے۔ جب تک قارئین ان تینوں فلاسفہ کی فکر تک رسائی نہیں رکھتا، تب تک ان نظریات کو سمجھنا بھی مشکل مرحلہ بن جاتا ہے۔

"French philosopher Bergson and the British

mathematician Bertrand Russell have tried to refute Zeno's arguments from their respective standpoints. To Bergson movement, as true change, is the fundamental Reality. The paradox of Zeno is due to a wrong apprehension of space and time which are regarded by Bergson only as intellectual views of movement."(10)

اسی حوالے سے خطبہ اول کی شرح ''علم اور مذہبی تجربہ'' میں ڈاکٹر محمد آصف اعوان کے مطابق خطبات کو سمجھنے کے لیے جس تیز اور روشن دماغ کی ضرورت ہے وہ ہر ایک کے بس کی بات نہیں۔ لکھتے ہیں:

''فکرِ اقبال کی تفہیم میں خطباتِ اقبال کو اہم ترین مقام حاصل ہے تاہم خطبات کا معاملہ یہ ہے کہ خطبات اتنے ادق فلسفیانہ مباحث پر مبنی ہیں کہ فکرِ اقبال کی اچھی خاصی سمجھ رکھنے والے احباب کے لیے بھی ان تک رسائی وصل محبوب کا استعارہ بن جاتی ہے۔ اس میں کسی کو کوئی شک نہیں کہ خطبات اقبال فکرا قبال کا خزینہ ہیں تاہم خطبات کی اہمیت اس لحاظ سے شاعری سے بھی دو چند ہے۔ خطبات میں شاعری کی جذباتی فضا کے برعکس ایسا عقلی و منطقی رنگ ہے جو معنی و مفاہیم کی قطعیت کا باعث بنتا ہے۔''(۱۱)

محمد شعیب آفریدی کے مطابق ان خطبات کی مشکل کی ایک وجہ مختلف فلاسفہ اور ان کے نظریات کا بیک وقت ذکر ہے۔ بعض جگہوں پر ایک ہی صفحے پر کئی ایسے فلاسفہ کا اکٹھا ذکر مل جاتا ہے جو اپنے اپنے میدانِ فکر میں ماہرین میں شامل تھے۔ اسی سبب ان خطبات کا بیان مشکل سے مشکل تر ہو جاتا ہے۔ تفہیم میں مسائل کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''خطبات بھی نثر ہونے کے باوجود مبہم ہیں اور اس ابہام کی بڑی وجہ اس کے بیان کا عموم اور وسعت ہے۔ اس کتاب کے صفحات میں وہ ایک موضوع سے دوسرے کی طرف اس تیزی سے جاتے ہیں کہ قاری کو دونوں موضوعات کے درمیان رشتہ تلاش کرنا دشوار ہو جاتا ہے۔ اس طرح ایک نکتہ کے ثبوت میں قدیم و جدید مشرقی و مغربی مفکرین کی اتنی سندیں لاتے ہیں کہ انسان ان کے تنوع میں گم ہو جاتا ہے۔ مثلاً ایک مقام پر صرف چھے صفحات کے درمیان برکلے، وہائٹ ہیڈ، آئن سٹائن، زینو، نیوٹن، الاشعری، ابن حزم، برگساں، کنٹر اور اوسپینسکی جیسے مختلف اور متضاد فلسفیوں کے نام لیے گئے ہیں۔''(۱۲)

خطبات کی اہمیت کے حوالے سے آل احمد سرور کا موقف بھی یہی ہے کہ یہ وقت کی ضرورت تھے لیکن ان کا خطیب ایسا شخص ہی ہو سکتا تھا جو مذہب اور سائنس دونوں کی بنیاد بھی جانتا ہو اور ان پر بحث کرنے کے قابل بھی ہو۔ اقبال ایسی ہی شخصیت کے روپ میں سامنے آئے۔ اس حوالے سے لکھتے ہیں:

''جس نقطۂ نظر کے مطابق مذہب اور سائنس کے میدان جدا جدا ہیں وہ انیسویں صدی تک ہی مقبول تھا عقلیت پرستی کی رعونت واضح ہو گئی ہے۔ سائنس کے دائرے اور حدود کے متعلق

اب زیادہ انکار سے کام لیا جاتا ہے۔ اقبال نے جدید طبیعیات کا بھی مطالعہ کیا تھا اور آئن سٹاین کے نظریات کا بھی انھیں علم تھا۔ اس لیے ان کی یہ علمی کوشش ایک سنجیدہ اور معنی خیز علمی کوشش ہے اور محض خرد افروزی اور روشن خیالی کا نام لے کر اس کی اہمیت کم نہیں کی جاسکتی۔''(۱۳)

خطبات کی مشکلات کی ایک اور وجہ ان کے شارحین کا تا حال نامکمل کام ہے۔ ماہرینِ اقبال نے خطبات کو بڑی حد تک نظر انداز کرتے ہوئے محض ان کی شاعری ہی پر توجہ مرکوز رکھی ہے حالاں کہ علامہ محمد اقبال کی فکر کا اصل نچوڑ ان کے یہی خطبات ہیں۔ گو کہ خطبات کے حوالے سے چند شارحین کے نام سامنے آئے ہیں جنھوں نے ان خطبات کی تسہیل و تفہیم کے حوالے سے خاطر خواہ کام کرنے کی بھی کوشش کی ہے لیکن تا حال یہ کام نامکمل اور توجہ طلب ہے۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر جاوید اقبال کا کام ''خطباتِ اقبال تسہیل و تفہیم'' درحقیقت خطبات کی تفہیم کی نسبت ان پر اعتراضات کے دفاع کے حوالے سے زیادہ اہم ہے، ڈاکٹر محمد آصف اعوان نے سات میں سے محض تین خطبات پر مکمل اور الگ الگ کتب تحریر کی ہیں البتہ ان کی ''معارف خطباتِ اقبال'' خطبات کے موضوعی مطالعے کے حوالے سے اہم ہے، محمد سہیل عمر کا کام ''خطباتِ اقبال نئے تناظر میں'' خطبات کی تفہیم سے زیادہ ان پر اعتراضات کا مجموعہ ہے، خلیفہ عبدالحکیم کا کام ''تلخیص خطباتِ اقبال'' ترجمے سے مشابہہ ہے اور محض ملخصات پر مشتمل ہے، علامہ اقبال اوپن یونی ورسٹی کی جانب سے مختلف محققین کے مقالات کا مجموعہ ''تسہیل خطباتِ اقبال'' کام خطبات کی عمدہ تفہیم دیتا ہے لیکن یہ کام بھی جزوی نوعیت کا ہے، پروفیسر محمد عثمان کی ''فکرِ اسلامی کی تشکیلِ نو'' بھی تفہیم کے حوالے سے نامکمل کتاب ہے جس میں ذاتی تجربات اور خلیفہ عبدالحکیم کے کام سے مدد لی گئی ہے، سعید احمد اکبر آبادی کی ''خطباتِ اقبال پر ایک نظر'' بھی خطبات پر اعتراضات کے ایک جائزے کے طور پر دیکھی جاسکتی ہے، مولانا وحیدالدین کی ''فلسفہ اقبال خطبات کی روشنی میں'' خطبات کا جزوی موضوعی مطالعہ ہے، محمد شریف بقاء کی ''خطباتِ اقبال ایک جائزہ'' تبصراتی نوعیت کا کام ہے البتہ آسان فہم ہے جب کہ ڈاکٹر سید عبداللہ کی ''متعلقاتِ خطباتِ اقبال'' بھی خطبات کی تفہیم کے حوالے سے ایک مربوط کتاب نہیں۔ یوں کہا جاسکتا ہے کہ جہاں خطباتِ اقبال کی تفہیم میں ان کا مشکل اسلوب، انگریزی زبان، مشکل تراجم اور بیک وقت سائنس، فلسفہ اور مذہب کے موضوعات شامل ہیں وہیں ان کی تا حال بہترین اور مکمل شروح کا ادھورا کام بھی شامل ہے۔

حوالہ جات

۱۔ نذیر نیازی، سید، تشکیلِ جدید الٰہیاتِ اسلامیہ، لاہور: بزمِ اقبال، ۲۰۱۲ء، ص: ۱۳۰

۲۔ ایضاً

۳۔ محمد آصف اعوان، ڈاکٹر، اقبال کا تیسرا خطبہ۔ تحقیقی و توضیحی مطالعہ، لاہور: بزمِ اقبال، ۲۰۱۰ء، ص: ۱۲

۴۔ زاہد منیر، ڈاکٹر، تصدیر، مشمولہ: مذہبی تجربے کے انکشافات کی فلسفیانہ پرکھ، از ڈاکٹر محمد آصف اعوان، فیصل آباد: مثال پبلشرز، ۲۰۱۶ء، ص: ۲۵

۵۔ جاوید اقبال، ڈاکٹر، خطباتِ اقبال۔ تسہیل و تفہیم، لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز ۲۰۱۶ء، ص: ۱۰

6. Muhammad Iqbal, Dr. Preface:The Reconstruction of Religious Thought in Islam, Lahore: Iqbal Academy Pakistan, 2011, P:146

۷۔ محمد آصف اعوان، ڈاکٹر، اقبال کا تیسرا خطبہ۔ تحقیقی وتوضیحی مطالعہ،ص:۱۲

۸۔ عبداللہ،سید،ڈاکٹر،دیباچہ: متعلقاتِ خطباتِ اقبال، مرتبہ: لاہور: اقبال اکادمی، ۱۹۷۷ء

۹۔ ایضاً

10. Muhammad Iqbal, Dr., Preface:The Reconstruction of Religious Thought in Islam, Lahore: Iqbal Academy Pakistan, 2011, P-29

۱۱۔ اکرام، خواجہ، ڈاکٹر، مضمون: خطباتِ اقبال کی تفہیم میں اہم پیش رفت، مشمولہ: علم اور مذہبی تجربہ، از ڈاکٹر محمد آصف اعوان، لاہور: اقبال اکادمی، ۲۰۰۸ء، ص: الف

۱۲۔ محمد شعیب آفریدی، خطباتِ اقبال کی اردو تسہیلی کتب کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ، مقالہ برائے ایم۔ فل اردو، مخزونہ: شعبۂ اُردو، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد، ۲۰۰۷ء، ص:۲، غیر مطبوعہ

۱۳۔ محمد عبدالسلام خاں، افکارِ اقبال، نئی دہلی: مکتبہ جامعہ، قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان، ۲۰۱۱ء، ص:

☆......☆......☆